وایتال پچیسی سیریز نمبر ۱

انوکھا مسافر

سوم دیو کی کتھا سرت ساگر سے ماخوذ

حصہ اول

ترتیب کار

موہن لال آتش

بجبہاڑہ کشمیر

☆

• نام کتاب : الوٹھا مسافر
• ترتیب کار : موہن لعل آش
• تعداد : ۱۰۰۰
• قیمت : چھ روپے
• آرٹ و کتابت : کشیر آسرار
• مطبوعہ : فوٹو لیتھو ورکس دلی

ملنے کا پتہ

• مراز ادبی سنگم - بجبہاڑہ، کشمیر
• کیمرج بک سٹال نیشنل ہائے وے بجبہاڑہ
• کشمیر سٹیشنری سٹور صدر بازار بجبہاڑہ
• کتاب گھر کلچرل اکادمی - بڈشاہ چوک سرینگر
• ڈسٹرکٹ کلچرل ایسوسی ایشن صدیقی بلڈنگ ڈانگر پورہ
انت ناگ کشمیر

پیش لفظ

ایک مشہور ماہر تعلیم جان ڈیوی کیمطابق بچے کی نشو نما تب تک ادھوری رہتی ہے۔ جبتک کہ اس میں تخیلی شعور پیدا نہ ہو اسی کے ذریعے سوچنے اور سمجھنے کی قوت بیدار ہوتی ہے اس تخیلی عمل کی پہلی کڑی کہانی ہے جس سے بچہ دماغی تھکان دور کرتا ہے۔ اور ذمہ داریوں کو نبھانے کیلئے تیار ہوتا ہے۔ کہانی اگرچہ دلچسپ ہو تو بچہ اپنے آپ کو اس کا ایک کردار تصور کرتا ہے اس میں محویت اجاگر ہوتی ہے اور وہ آہستہ آہستہ مسایل کو سمجھنے پرکھنے اور نتیجہ اخذ کرنے کی منزل تک پہنچتا ہے اگر تخیلی عمل اخلاقیات سے جڑا ہو تو اس میں اونچے خیالات، روح کی پاکیزگی اور صاف ستھری زندگی گذارنے کی امنگ جاگ اٹھتی ہے دنیا کے عظیم مفکروں کو لیجئے انہوں نے ماں کی کوکھ یا دادی اماں کی شفقت بھری صحبت میں بیٹھ کر زندگی کے اونچے آدرشوں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے مستقبل کی ذمہ داریوں کو نبھانے کا درس پایا ہے۔ ابراہیم لنکن، نپولین، شیواجی مرہٹہ، مہاتما گاندھی اور سرسید احمد خان کی سوانح حیات کا مطالعہ کیجئے ہر کوئی مفکر اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ انہوں نے عملی زندگی کا پہلا درس اپنی ماں یا دادی ماں کی کہانیوں کو سن کر حاصل کیا ہے اگر ہم بچے کو بہادروں، عالموں، فلسفیوں اور مفکروں کی کہانیاں سنائیں تو آپ نتیجہ خود دیکھ لیجئے کہ بچے کی شخصیت میں کتنی حیران کن تبدیلی واقع ہوگی مگر اس کے لئے شرط ہے کہ کہانی زوردار اور فکر انگیز ہونی چاہیے۔

میں نے بچوں کی اس ضرورت کو سامنے رکھ کر سوم دیو کی کتھا سرت ساگر سے ایسی کہانی کا انتخاب کیا ہے جو فکر انگیز، معنی خیز، اخلاقی معاشرتی بہادری کے کارناموں سے بھری ہے۔ کتھا سرت ساگر میں آپ کو اکثر ایک بوڑھا نظر آئیگا جو بے شمار کہانیوں کا جنم داتا ہے۔ میں نے کتاب کی ضخامت کے خوف سے بوڑھے کو ان کہانیوں کے بوجھ سے آزاد کیا ہے اس طرح خالص بوڑھے کا ایک کنواں ابھرا جس میں رنگ بھرنے تھے۔ میں نے ان رنگوں کا انتخاب کیا معلوم نہیں میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ اس کا فیصلہ میرے کرم فرما ہی کر سکتے ہیں۔ بوڑھے کی زندگی کے ساتھ ایک زبردست المیہ جڑا ہوا ہے جسکو میں یہاں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ پھر آپکو وہ جاذبیت نظر نہیں آئے گی اور آپ کا تجسس یہیں پر ختم ہوگا اور جس کتاب میں کہانی کا کلائمکس پہلے ہی معلوم ہو جائے اس کتاب کو ناکام کہانیوں کی فہرست میں شامل کر سکتے ہیں۔

سوم دیو کی لکھی کہانیاں صرف بچوں کے لئے نہیں بلکہ ہر عمر اور ہر مکتب فکر کے لوگوں کے لئے ہیں آپ کتاب کا مطالعہ کریں تو آپکو میری بات کی سچائی کا علم خود بخود ہوگا۔ کتاب دو حصوں میں ہے میرے بہت سے دوستوں نے مشورہ دیا تھا کہ کتاب کو ایک ہی جلد میں شایع کیا جائے تاکہ اس کا تسلسل قائم رہے مگر بنیادی طور میری نظروں کے سامنے نوجوانوں کی وہ پود تھی جن کی جیب اکثر خالی رہتی ہے ممکن تھا کہ وہ اس کتاب کو خریدنے کی طاقت نہ

دکھتے اس لئے اسکو دو حصوں میں بانٹنا پڑا۔ کتاب فوٹو آفسیٹ کے ذریعے چھاپی گئی تاکہ پریس کی خرابی کا امکان باقی نہ رہے۔ فوٹو آفسیٹ کی چھپائی کافی مہنگی چیز ہے پھر بھی میں نے انتہائی کم دام پر اسکو آپ تک پہنچانے کی کوشش کی کیونکہ میرے سامنے کوئی تجارتی مقصد نہیں ہے۔ بلکہ میں کہانیوں کے اس سمندر میں ایک قطرے کو یہ دکھانے کیلئے ساتھ لایا ہوں۔ تاکہ آپ اندازہ کرسکیں کہ ہمارے کشمیر نے کتنے عظیم فلمکاروں کو جنا ہے۔ گناڑی کی برہت کتھا ہو یا سوم دیو کی کتھا سرت ساگر۔ ان کتابوں کا آج تک نعم البدل کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ اگرچہ سوم دیو کی کتاب میں ایسے واقعات درج ہیں جو بعید از عقل دکھائی دیتے ہیں مگر ان کا سیدھا تعلق زندگی کے حقایق سے جڑا ہوا ہے۔ جیسا کہ آپکو کتاب کا دوسرا حصہ پڑھکر خود اندازہ ہوگا اور ان حقایق کو سوم دیو نے جس انداز سے پیش کیا ہے اسکے بارے میں کلچرل ہیریٹیج کتاب کا یہ حوالہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا:

SOOM DEVA LIVED DURING A TIME WHEN KASHMIR WAS TORN BY CIVIL STRIFE. KALSHA REVOLVTED AGAINST HIS FATHER, KING ANANTA, WHO WAS FORCED TO COMMIT SUCIDE. KALSHA'S REGIME WAS MARKED BY INTRIGUES, BLOOD-SHED AND SUFFERING. TRIBES MEN FREQUENTLY RAIDED THE LAND, KALHANA HAS NARRATED THE ANORCHY OF THE PERIOD WHICH GETS REFLECTED IN THE UNDER WORLD OF SOOM DEVA'S NARRATIVE FULL OF CUT THROATS, OPIM ADDICTS. THERE ARE VIVID PICTURES OF MISARY CAUSED BY WAR, FAMINE AND ORGANISED BRIGANDAGE.

سوم دیو کی کتاب میں یہی واقعات انتہائی دلچسپ انداز میں تخیل کی فراوانی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ میری اس کہانی کا اصل منبع سوم دیو کی یہی کتھا سرت ساگر ہے۔ جس کے ایک حصے وایتال پچیسی سے ہم خوبی واقف ہیں اگر آپکو کہانی پسند آئے تو اسکے دوسرے حصے کا مطالعہ کیجئے جو دلچسپ اور حیران کن ہے اور اگر کہیں کوتاہی نظر آئے تو اسکی طرف اشارہ کیجئے۔ کیوں کہ کہتے ہیں "مکمل صرف خدا کی ذات ہے" لہذا میں اپنی اس کوشش کو کیسے حرف آخر تصور کروں۔

موہن لال آش

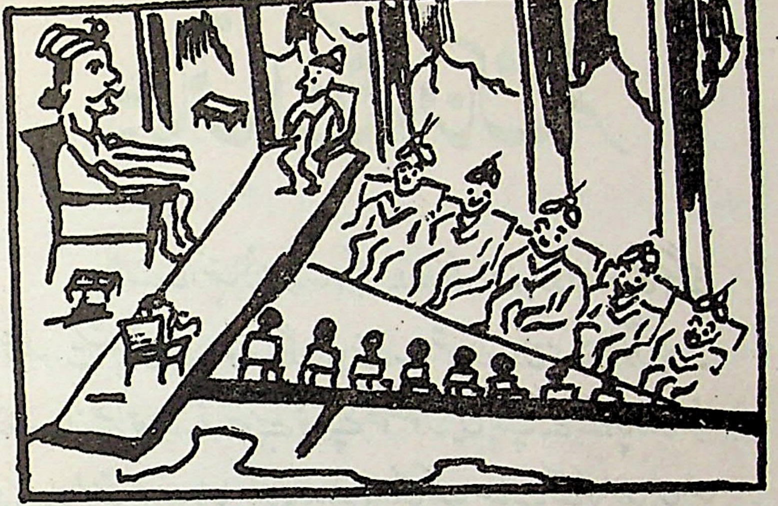
بجبہاڑہ

۱۵ اپریل سنہ ۱۹۸۵ء

برفانی رات کا خوفناک منظر

جاڑے کی انتہائی سرد شام جبکہ زوروں کی برف باری ہو رہی تھی ہمگری کا خوبصورت شہر آج سونا سونا سا لگ رہا تھا۔ سارا شہر جیسے دن میں ہی سو گیا ہو۔ پرندے اندھیرا چھا جانے سے پہلے ہی اپنے گھونسلوں میں چھپ گئے تھے چاروں طرف ہو کا سا عالم تھا صرف راجا پرتھوی دربار میں ابھی تک سلطنت کے کاموں میں ایسا الجھا تھا کہ اسے یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ زمین پہاڑ، درخت اور چشمے برف کی سفید چادر میں لپٹ گئے ہیں۔ راجا کو برف گرنے کا منظر بہت پسند تھا اور کبھی کبھی وہ برفانی ریچھوں کا شکار کرنے محل سے بہت دور نکل جاتا تھا۔ جب اندھیرا ہونے کو قریب تھا راجا کو اپنے عقلمند وزیر ساونت نے یاد دلایا۔

راجن آپ پرجا کے مسایل حل کرنے اور دوسرے کاموں میں اتنے مشغول رہے کہ آپ نے اپنا من پسند تفریح یعنی برف گرنے کا منظر نہیں دیکھا اب شام ہونے کو ہے آج کی مجلس برخواست کرنے کا حکم دیجئے تاکہ اندھیرا ہونے سے پہلے آپ کچھ وقت کے لئے اس تفریح کا لطف اٹھا سکیں ایسا موقع بار بار نہیں آتا ہے۔ راجا نے کہا اے عقلمند وزیر! مجھے تمہاری رائے سے اتفاق ہے یقیناً مجھے یہ برفانی منظر دیکھنے کا بڑا شوق ہے چنانچہ راجا نے دربار برخواست کیا اور خود اکیلے میں یہ پُر لطف منظر دیکھنے کے لئے محل کے اوپری دالان پر چڑھ گیا۔



راجا کا محل ہمالیہ پربت کے دامن میں تھا۔ برفانی علاقہ ہونے کی وجہ سے اس شہر کو "ہمنگری" کہتے ہیں۔ راجا کا محل سفید سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ جب رات کیوقت چاند کی روشنی محل پر پڑتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہزاروں سورج ایکساتھ چمک رہے ہوں محل کے چاروں طرف جنگلی پھولوں کی بیلیں اگ آئی تھیں۔ مغرب میں تیز رو نالہ اور سامنے وہ جنگل تھا جہیں قسم قسم کے وہ جانور اور خوبصورت پرندے دن رات میٹھی تانوں میں گنگناتے رہتے تھے راجا اپنے محل کے اسی دالان میں بیٹھ کر قدرتی نظاروں سے محظوظ ہوتا اور اپنے والد نندی سوامن کے ذوق و جمال کی داد دیتا جس نے اپنے محل کے لئے اس خوبصورت جگہ کا انتخاب کیا تھا اسی دالان کی خاموش اور مسحور کن جگہ کو منتخب کر کے راجا برف گرنے کے نظارے میں ایسا کھو گیا کہ اسے کسی چیز کی سدھ بدھ نہ رہی۔ اچانک راجا کی نظر دیودار کے پیڑ کے نیچے گئی جہاں پر ایک بوڑھا شخص جس کی عمر سو سال کے قریب لگتی تھی۔ چہرے پر لمبی داڑھی، سر پر



عجیب و غریب ٹوپی، ہاتھ میں سانپ کی شکل کی بنی ہوئی ایک سوٹی تھی۔ بوڑھا
سردی سے منجمد ہو کر مرنے کے قریب تھا۔ راجا کو اس بوڑھے سادھو کو

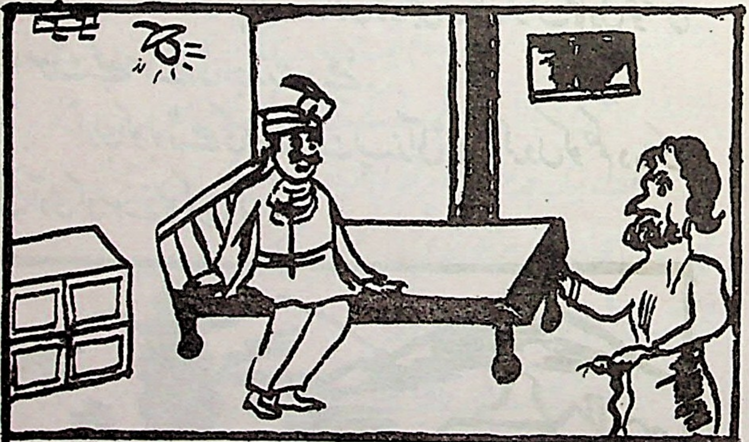


دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اتنی لمبی عمر کا آدمی اس خطرناک جنگل میں کیا کرنے گیا تھا۔ مگر اپنی حیرت کو نظر انداز کر کے راجا نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اس دیودار کے نیچے پڑے آدمی کو فوراً محل میں لے آؤ اگر اس کی تقدیر میں زندگی لکھی ہوگی۔ بچ جائے گا ورنہ ہم اپنا فرض پورا کئے دیتے ہیں راجا کا حکم سنتے ہی نوکروں نے بے ہوش پڑے بوڑھے



کو دیودار کے پیڑ سے اٹھا کر محل میں لایا۔ اسکو کافی حرارت پہنچائی گئی۔ آہستہ آہستہ بوڑھے نے آنکھیں کھولیں اور پھٹی پھٹی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا اسی دوران راجا بھی کمرے میں داخل ہوا اور بوڑھے کو ہوش میں آتے دیکھکر خدا کا شکر بجا لایا اور اس بوڑھے کے کھانے کیلئے مزیدار اور گرم گرم کھانوں کا حکم دیکر راجا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد راجا نے سوچا رات کافی لمبی ہے۔ کیوں نہ بوڑھے بابا سے بات چیت ہو جائے۔ یہ سوچکر راجا نے نوکروں کو حکم دیا۔

کہ بوڑھے آدمی کو میرے کمرے میں لاؤ چنانچہ بوڑھے کو نوکروں نے کمرے میں پہنچایا اور خود باہر چلے گئے۔ راجا نے کہا۔" اے بزرگ آدمی" اس عمر میں جبکہ آدمی کو سخت آرام کی ضرورت ہوتی ہے تم کو کس مصیبت نے اس برفانی رات میں اس جنگل میں پہنچ دیا اگر میری نظر تم پر نہ پڑتی تو صبح ہونے تک وحشی جانوروں نے تمہاری لاش کو کہیں سے کہیں پہنچ دیا ہوتا۔ اے نیک راجا! بوڑھے نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا میں آپکے دیش کا رہنے والا نہیں بلکہ کھنڈ پردیش کے راجا کمند کی پرجا سے ہوں۔ مجھے ایک مجبوری



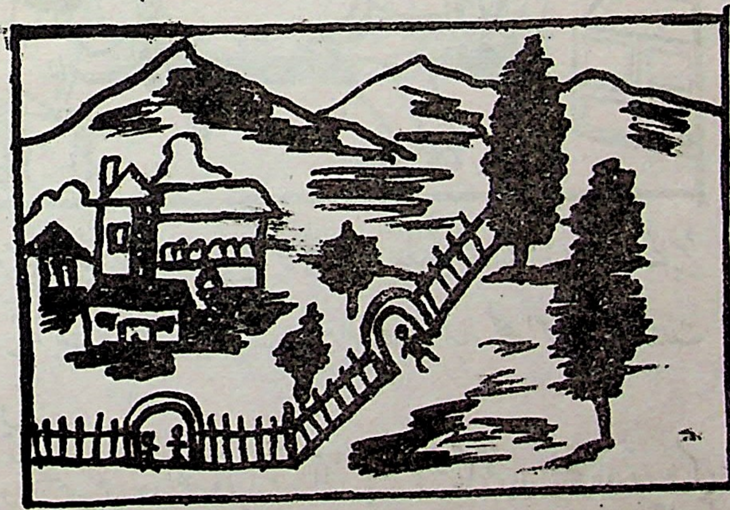
نے یہاں پہنچ دیا مگر یہاں پہنچتے ہی میرا ارادہ بدل گیا میں نے اس دیودار کے پیڑ کے نیچے ایک ایسا خواب دیکھا جس سے میرا ارادہ بدل گیا۔ مجھے اس چیز کی ضرورت نہیں۔

راجا کی سمجھ میں بوڑھے کی بات نہ آئی۔ تمہیں کس چیز کی ضرورت تھی اور تم یہاں کیا

لینے آئے تھے؟ مجھے بتاؤ تاکہ میں تمہاری مدد کرسکوں۔

بوڑھے نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا، اے نیک راجا مجھے ایک ایسی چیز کی ضرورت یہاں کھینچ لائی جو دینے کی آپ میں نہ ہمت ہے اور نہ طاقت۔ اس لئے اب میں نے خالی ہاتھ واپس جانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ مگر مجھے بتاؤ وہ کون سی چیز ہے جو میرے پاس ہوتے ہوئے بھی تمکو دے نہیں سکتا اور اتنی قیمتی چیز تمکو کس لئے درکار تھی، بادشاہ نے زور دیکر پوچھا۔ بوڑھے نے ہاتھ جوڑ کر کہا، اے نیک کردار راجا! میں اسوقت کمزوری محسوس کر رہا ہوں میں رات کو آرام کروں گا اور کل میں آپکو اپنی ساری کہانی سناؤں گا۔ جسے کوشش کر آپ کا دل خوش ہوگا اسوقت مجھے سونے کی اجازت دیجئے۔

"راجا کو بوڑھے کی عرضداشت پسند آئی اور نوکروں کو حکم دیا کہ بزرگ آدمی کو سونے کا کمرہ دکھاؤ۔



پو پھٹنے سے پہلے جب راجا اپنے گرم اور آرام دہ بستر پر مزے کی نیند سو رہا تھا اور باہر زبردست برف باری ہو رہی تھی ایک نوکر نے راجا کو جگا کر کہا "حضور! آپ کا مہمان جا چکا ہے"۔ راجہ کو جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا وہ بستر سے اچھل پڑا اور نوکروں سے کہنے لگا "نمک حرامو! تم نے اسکو جانے کیسے دیا؟ اتنا کمزور آدمی! اتنی ٹھنڈ! اور زبردست برف باری کو کیسے برداشت کرے گا۔ راستے میں یقیناً موت اس غریب آدمی کا انتظار کر رہی ہوگی۔" محل کے داروغہ نے دست بستہ عرض کیا "حضور! اس میں ہم وفادار نوکروں کا کوئی قصور نہیں۔ ہم نے اسے لاکھ سمجھایا مگر وہ بوڑھا نہ مانا۔ جاتے جاتے وہ آپ کے نام ایک خط دے گیا اگر حکم ہو تو پیش کیا جائے گا۔ راجا نے اس تحریر کو فوراً پیش کرنے کے لئے کہا۔ کھولنے پر اس میں یہ عبارت تحریر تھی

"اے نیک بخت راجا! پرتھوی سوامن، میں تمہارا سر کاٹنے آیا تھا کیونکہ مجھے اس کی سخت ضرورت تھی مگر تمہارے حسن سلوک نے مجھے بہت متاثر کیا اس لئے میں خالی ہاتھ واپس جا رہا ہوں۔

چیٹھی پڑھنے کے بعد راجا غصے سے تھر تھر کانپنے لگا اور اس نے نوکروں اور داروغہ کو حکم دیا۔" اے بہادر سپہ سالار! اس جنگل کا کونہ کونہ چھان مارو۔ پاؤں کے نشان دیکھ کر اس بوڑھے آدمی کو تلاش کرو۔ میں نے زندگی میں ایسا احسان فراموش اور کم عقل آدمی نہیں دیکھا ہے میں اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کے سامنے ڈلوا دوں گا مجھے فوراً وہ بوڑھا آدمی ملنا چاہیئے۔"

حکم کی دیر تھی سپہ سالار تربیت یافتہ فوج کی ٹولی کو لیکر جنگل کیطرف چل پڑا۔



جنگل میں داخل ہوتے ہی اچانک ان کو انسانی پاؤں کے نشانات صاف دکھائی دینے۔ سپاہی بھی اسی سمت کو چل دیئے۔ کافی دور جانے کے بعد آخر کار یہ نشان ایک گپھا میں ختم ہوئے۔ بہادر سپاہی غار میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ بوڑھا ایک کونے میں سردی سے تھر تھر کانپ رہا تھا اور غار کے بیچ گرم پانی کا ایک چشمہ تھا اسی چشمے کے نزدیک رہ کر بوڑھا اپنے جسم کو گرم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سپاہیوں کو دیکھ کر بوڑھا حیران ہوا اور ان سے کہنے لگا "نیک بخت پرتھوی سوامین کے بہادرو! تم لوگ اس برفانی طوفان میں کیوں جنگلوں میں پھر رہے ہو؟ کیا راجا کو شکار کرنے کا شوق پیدا ہوا ؟" "ہاں" سردار نے کہا۔ تم فوراً ہمارے ساتھ محل کی طرف چلو۔ ہمارا راجا آج تم جیسے خطرناک درندے کا شکار کرنا چاہتا ہے۔" "میں نے کون سا جرم کیا ہے؟ جس کی سزا مجھے ملنے والی ہے؟"

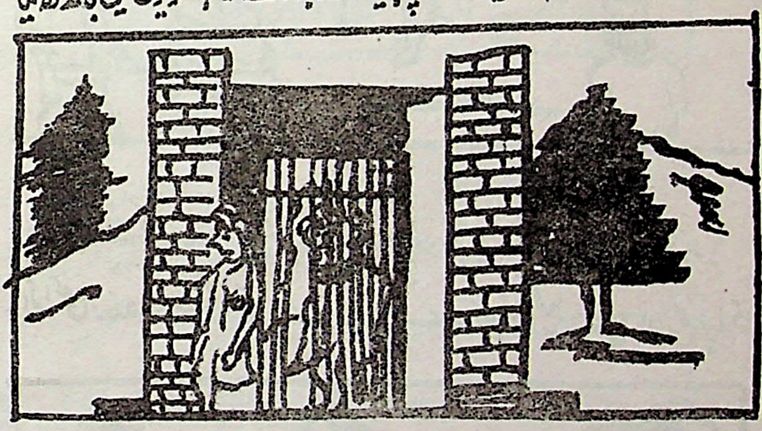


اے بڈھے کھوسٹ! کیا تم اپنی موت کو اس غار میں آواز دے رہے ہو؟
اگر ابھی زندہ رہنے کی تمنا ہے تو فوراً ہمارے ساتھ محل کیطرف چلو ورنہ ہم تمہاری



لاش کو گھسیٹتے ہوئے محل کی طرف لیں جائیں گے۔

بوڑھا بغیر کچھ کہے سپاہیوں کیساتھ محل کیطرف چل پڑا۔ راجا نے جب بوڑھے کو آہستہ آہستہ دربار میں داخل ہوتے دیکھا تو وہ غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ گرجدار آواز میں سپاہیوں کو حکم دیا۔ کل کا سورج نکلنے سے پہلے بوڑھے کو پھانسی پر لٹکا دو اور اس کے مردہ جسم کو شکاری کتوں کے سامنے ڈالدو۔ راجا کے حکم کی دیر تھی سپاہیوں نے بوڑھے کو ہتھکڑیوں میں باندھ لیا



اور اسکو گھسیٹ کر جیل کی کال کوٹھری میں لے گئے شام کو بوڑھے کی آخری خواہش معلوم کرنے کیلئے جب ساونت جیل کی کوٹھری میں داخل ہوا تو بوڑھے نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اسکو آخری بار راجا سے ملنے کی اجازت دی جائے اس کی خواہش کو پورا کیا گیا۔ بوڑھا جب راجا کے کمرے میں پہنچا تو راجا نے کہا۔ اب مجھ سے انصاف کی بھیک مانگنے آئے ہو۔ مگر اے ناشکر گذار بوڑھے!

میں تمہاری اس خواہش کو ہرگز پورا نہیں کروں گا۔ کیوں کہ راجا کے منہ سے نکلی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ جسکو مٹایا نہیں جا سکتا ہے بوڑھے نے کہا مجھے زندگی کی بھیک نہیں چاہیئے کیوں کہ میں نے کافی عمر پائی ہے۔ اب میں اور زندہ رہنا نہیں چاہتا"

"پھر کس لئے میرے پاس آئے ہو"؟

"حضور! میں اپنے بیٹے کو ایک کہانی سُنانا چاہتا تھا اب مجھے اس کی فرصت نہیں۔ کیوں کہ موت میرا انتظار کر رہی ہے اب میں وہ کہانی آپ کو سُنانا چاہتا ہوں تاکہ اگر کسی دن میرا بیٹا میری لاش ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپکے پاس پہنچ جائے تو آپ اسکو یہ کہانی سنائیں۔

اچھا سُناؤ! میں تمہاری خواہش کو پورا کروں گا۔

بوڑھے نے کہانی شروع کی:

پرانے زمانے میں بھیم سار نامی ایک راجا گذرا ہے۔ بہت نیک تپسوی اور ذی عزت راجا تھا۔ ایک دن وہ جنگل میں عبادت کرنے کے لئے گیا۔ چالیس دن تک کچھ کھائے پیئے بغیر یاد الٰہی میں مشغول رہا۔ اس کی کٹھور تپسیا کو دیکھ کر وشنو بھگوان راجا پر مہربان ہوئے اور راجا کو درشن دیکر کہا۔ پیارے بھگت! بولو تمہاری کیا خواہش ہے۔؟

راجا نے خوش ہو کر کہا۔ اے بھگوان! مجھے اتنا طاقتور بناؤ کہ کوئی انسان مجھے مار نہ سکے۔ وشنو نے کہا "ایسا ہی ہوگا"

یہ کہہ کر وشنو بھگوان غائب ہو گئے اور کمزور راجا آہستہ آہستہ اپنے شہر کی طرف چل پڑا۔ محل پہنچتے پہنچتے راجا اتنا طاقتور ہو گیا کہ سولہ ہاتھی بھی اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔ دوسرے دن دربار میں آتے ہی راجا نے اعلان کیا کہ آج

سے میں ہی اس دنیا کا ایشور ہوں میرے بغیر اور کسی ایشور کی عبادت نہیں ہونی چاہیئے۔ جس کسی نے راجا کا حکم نہیں مانا۔ اسکو راجا کے سپاہی دربار میں حاضر کرتے جہاں راجا ایک انگلی کے اشارے سے ہی نافرمان آدمی کا کام تمام کرتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے راجا کا خوف چاروں طرف پھیل گیا اور لوگوں نے بھیم سار کو ہی ایشور کا روپ سمجھ کر اس کی عبادت کرنی شروع کی۔ کچھ وقت گذرنے کے بعد راجا کے ہاں ایک بیٹے نے جنم لیا۔ سارے شہر میں سات دن تک خوشیاں منانے کا حکم ہوا۔ آہستہ آہستہ سندر بالک بڑا ہونے لگا۔ ایک دن راجکمار باغ میں بکری کے بچے سے کھیل رہا تھا وہاں سے راجا اپنے ایک وزیر دامودر کے ساتھ چہل قدمی کر رہا تھا۔ بیٹے کو بکری کے بچے سے کھیلتے ہوئے راجا بیٹے کو پیار کرنے زمین پر بیٹھ گیا اس بار بکری کا بچہ دوڑتے دوڑتے آیا اور راجا کے پیٹ میں سینگ مار دیئے جس سے راجہ کے پیٹ میں معمولی چوٹ لگی مگر تھوڑے ہی وقفہ کے بعد ان خراشوں سے خون بہنے لگا اور یہ خون کا رسنا کسی بھی علاج سے بند نہ ہوا دیکھتے دیکھتے مغرور راجا کے بدن سے سارا خون بہہ نکلا جس سے خدائی کا یہ دعویدار راجا موت کی نیند سو گیا۔ ارے راجن! اگر آپ مجھ جیسے بوڑھے پر رحم کریں اور مجھے جان کی خیریت بخشیں تو میں ساری عمر آپ کی عمر درازی کیلئے دعا مانگتا رہونگا۔ راجا نے قہر آلود نظر ڈالکر کہا۔ حرام خور

کیا اسی لئے تم نے مجھے یہ کہانی سنائی تھی۔ تاکہ مجھے تم پر رحم آئے۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ لے جاؤ اس کھوسٹ کو! اور سورج نکلنے سے پہلے اسکو پھانسی کے تختے پر لٹکاؤ؟ ایسا کہتے ہی سپاہیوں نے بوڑھے کو گھسیٹتے ہوئے لے جاکر قید خانے میں بند کر دیا۔ دوسرے دن صبح سویرے داروغہ اپنے ہاتھوں میں رسی باندھے راجا کے کمرے میں داخل ہوا تو راجا نے اس کی وجہ پوچھی۔ حضور! وہ خطرناک بوڑھا اندھیری رات میں قید خانے سے بھاگ گیا ہے۔ مگر کیسے؟ "حضور وہ شیطان قید خانے کی دیوار میں رسی ڈال کر بھاگنے میں کامیاب ہوا۔



"مگر وہ رسی کہاں سے آئی؟"

"حضور! شاید بوڑھے نے رسی کو اپنے کمر سے لپیٹ رکھا تھا"۔

راجہ داروغہ پر سخت برہم ہوا اور حکم دیا کہ اس مجرم کو سارے جنگل اور شہر میں ڈھونڈ نکالو۔"
چاروں طرف فوج نے شہر اور جنگل کو گھیر لیا۔ ہر جگہ بوڑھے کی تلاش ہوئی۔ مگر وہ کہیں نہ ملا۔ راجہ
نے داروغہ سمیت قید خانے کے محافظوں کو سزا دے دی اسطرح قصہ ختم ہوا اور راجہ نہایت اطمینان
سے امور سلطنت میں جُھٹ گیا۔ کچھ دنوں بعد بسنت پنچمی کا تہوار تھا راجا اپنی رانی کے ساتھ پہاڑ
کی ترائی میں بنے شیوجی کے مندر میں درشن کو گیا پوجا کرنے کے بعد جب برہمن نے راجا کو ٹیکہ
لگانے کی کوشش کی تو اس کا ہاتھ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ راجا برہمن کی حالت دیکھ کر ٹھٹھک
گیا اور برہمن سے اس پریشانی کی وجہ پوچھی تو برہمن نے روتے ہوا کہا۔ "حضور! مندر کے پاس
ہی میرا کُٹیا ہے کچھ عرصہ پہلے میں رات کو کُٹیا میں سویا ہوا تھا دو آدمی میرے کمرے میں
گھس آئے ایک نے میرے بچے کو نیند میں ہی چپکے سے اُٹھا لیا اور تاریکی میں کہیں کھو گیا دوسرا
آدمی جو کافی عمر کا ہے میری کُٹیا میں پڑا رہا۔ اس نے میرے سامنے ایک شرط رکھی وہ یہ کہ اگر
میں چُپ رہوں تو میرا بیٹا مجھے واپس مل جائے گا۔ نہیں تو وہ لوگ میرے اکلوتے بیٹے کو قتل
کر دیں گے۔ میری بیوی اسی روز سے رو رو کر سوکھ گئی ہے اور آج میں ایک مہینے سے
چُپ ہوں مگر وہ ظالم بوڑھا میرے بیٹے کو واپس نہ لاتا ہے اور نہ ہی کُٹیا سے چلا جاتا
ہے۔ راجا نے جب برہمن کی مصیبت کا حال سنا تو اس کے دل میں شک پیدا ہوا۔ "ہو
نہ ہو یہی وہ بوڑھا شیطان ہوگا۔ راجا نے برہمن کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا "اے نیک
آدمی! تم کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں ابھی دشمن کو ایسا سبق سکھاؤں گا جس سے

ساری دنیا لرز اُٹھے گی تم صرف اس شیطان کا حلیہ بتاؤ؟

برہمن نے سسکتے ہوئے کہا "مہاراج! آج ایک مہینے سے ہم دونوں (میری پتنی اور مجھ پر) مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ ہمیں ساری دنیا جلتی ہوئی نظر آتی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ شیطان کے ساتھی نے کہیں ہمارے بیٹے کو مار ڈالا مہاراج! اس مصیبت کی گھڑی میں ہماری مدد کیجیے۔ یہ بوڑھا جس کی عمر تقریباً سو سال کے قریب ہے۔ لمبی داڑھی، لمبا چوغہ اور ہاتھ میں سانپ کی شکل کا ڈنڈا لئے ہوئے ہے۔ انتہائی پھرتیلا اور طاقتور آدمی ہے میں نے اس کا گلا دبا دیا ہوتا مگر مجھے اپنے بیٹے کی جدائی نے نیم مردہ بنا دیا ہے۔ راجا سمجھ



گیا کہ بوڑھا وہی شیطان ہے راجا نے داروغہ کے کان میں کچھ کہا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً پچاس سپاہیوں نے برہمن کی کٹیا پر حملہ کر دیا اور بوڑھے شیطان کو رسیوں میں جکڑ کر راجا کے سامنے حاضر کر دیا۔ راجا نے غضبناک

اور قہر آلود نگاہوں سے اس مکار شیطان کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بوڑھے! تمہاری موت تم کو کسی نہ کسی طرح میرے سامنے لاتی ہے۔ بتاؤ اس مجبور برہمن کا بیٹا کہاں ہے؟

مہاراج! "اس برہمن کا بیٹا میرے لڑکے کے پاس ہے"۔

تمہارا لڑکا کہاں ہے۔

یہیں کہیں گھوم رہا ہوگا مہاراج! آج بسنت پنچمی کا بڑا دن ہے ہمیں معلوم تھا کہ آج دن آپ یہاں آئینگے اور اگر برہمن نے خاموشی اختیار کی ہوتی تو اُسے بیٹا کب کا مل گیا ہوتا۔

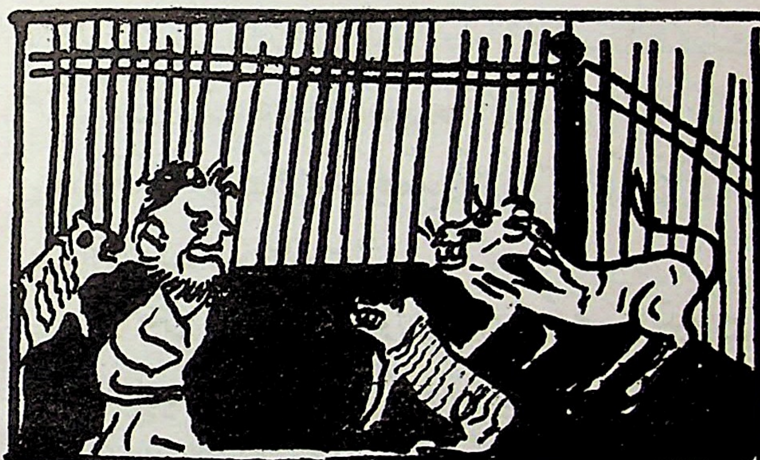
راجا نے داروغہ کے کان میں پھر سرگوشی کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے مندر اور اسکے اردگرد سارے علاقے کو فوج نے گھیر لیا۔ سپاہیوں نے پہاڑ کی چوٹی کے قریب کسی آدمی کو بھاگتے ہوئے دیکھا جسکی گود میں بچہ تھا۔ سپاہیوں نے اس کا پیچھا کیا۔ آدمی نے بچے کو درخت کے نیچے چھوڑ دیا اور خود اس تیزی سے بھاگ کر سپاہیوں کو اندازہ کرنا مشکل ہوگیا کہ وہ کسطرف بھاگ گیا۔ داروغہ نے بچے کو گود میں اٹھا کر راجا کے سامنے پیش کیا۔ برہمن اور اس کی بیوی نے جوں ہی بچے کو دیکھا وہ خوشی کے مارے اُچھلنے لگے اور راجا کے پاؤں سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے۔ راجا نے برہمن کی ہمت بندھائی۔ بچے کو ان کے حوالے کر کے بوڑھے کو ساتھ لے کر واپس محل کی جانب چل پڑے۔

راجا نے بوڑھے کو سزا سنائی

دوسرے دن بوڑھے کو دربار میں پیش کیا گیا۔ سارے درباری، وزیر وامیر اس عجیب وغریب کمزور اور ضعیف العمر آدمی کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ اسکے کارنامے سُن کر ہر کوئی حیرت زدہ رہ جاتا۔ کیا اتنا بوڑھا آدمی جیل کی دیوار پھاند سکتا ہے یہ پھانسی کی کوٹھری سے آخر بھاگ کیسے گیا؟ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ آخر راجا نے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

دانشمند وزیر وامیر! اس بوڑھے پر ترس کھا کر میں نے اسکو موت کے مُنہ سے بچایا۔ مگر اس نمک حرام نے ایک تو میری بے عزتی کی۔ دوسرا یہ کہ پھانسی کی سزا پانے کے بعد یہ جیل سے بھاگ گیا۔ تیسرا جُرم اس پر یہ کہ اس نے ایک نیک برہمن کے کم سن بیٹے کو کسی جرم کے بغیر ایک ماہ تک قید میں رکھا اب آپ لوگ اس کی سزا تجویز کریں کیوں کہ بوڑھا اکیلا نہیں۔ اسکے پیچھے مجرموں کا ایک ٹولہ کام کرتا ہے۔ اگر ہم نے سانپ کا سر کاٹ لیا تو باقی حصہ اچھلنے کے باوجود بے اثر رہے گا۔ اس پر دانا وزیروں نے بہت سی سزائیں تجویز کیں۔ آخر پر وزیر ساونت نے راجا سے کہا۔ راجن! میری صلاح یہ ہے کہ اس بوڑھے کو ایسی سزا ملنی چاہئے جسکو سُن کر باقی مجرم خوفزدہ ہوں اور اگلے سو سال تک کسی میں جُرم کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس بوڑھے کو بھوکے

شیروں کے سامنے ڈالا جائے تاکہ وہ اس کی بوٹی بوٹی نوچ ڈالیں اور سارے مجرموں کو اس کی کہانی سُن کر لرزہ طاری ہو جائے۔ وزیر ساونت کا مشورہ راجا کو پسند آیا۔ چنانچہ دو دن تک شیروں کو بھوکا رکھا گیا اور دوسرے دن شام کو جبکہ اندھیرا بڑھنے لگا۔ بوڑھے کو رسیوں میں جھکڑ کر شیروں



کے پنجرے میں ڈالا گیا۔ پنجرے کا دروازہ بند کر کے سپاہی واپس لوٹے۔ دوسرے دن جب پنجرے میں دیکھا گیا تو وہاں چند ہڈیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا بھوکے شیروں نے اپنا کام تمام کیا تھا۔ راجا نے جب یہ خبر سنی تو خوش ہوا۔ چلو ایک بلا سے چھٹکارا تو مل گیا۔ کچھ دنوں تک بوڑھے کے عبرتناک انجام کا چرچا ہوتا رہا۔ آہستہ آہستہ لوگ اس واقعہ کو بھول گئے۔ راجا بھی دوبارہ سلطنت کی کاموں میں اور رانواس کے عیش و عشرت میں اسطرح الجھا کہ یہ واقعہ ہی اس کے ذہن سے اُتر گیا۔

عجیب واقعہ

ایک رات کو جبکہ برف باری ہو رہی تھی۔ ہوا اتنی زوروں سے چل رہی تھی کہ رگوں میں خون منجمد ہو رہا تھا۔ سڑکوں پر کسی راہگیر کا پتہ نہیں۔ راجا کے دربان اور محافظ آگ کے ارد گرد بیٹھے اپنے ٹھنڈے جسموں کو گرما رہے تھے راجا اپنے آرام دہ اور گرم بستر میں سویا ہوا تھا۔ اچانک چھنا کی آواز ہوئی؟ راجا نیند سے جاگ گیا کمرے میں جو کچھ اس نے دیکھا۔ پیشتر اسکے راجا چیخ پڑتا یا خوف کے مارے بے ہوش ہوتا، اس نے اپنے حواس بحال رکھے اور دل میں سوچنے لگا کہ شاید وہ خواب دیکھ رہا تھا۔ کوئی خطرناک اور ڈراونا خواب جس کی وجہ سے اسکی نیند اچاٹ گئی۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ ہوا نے دِئے کو بجھا لیا تھا۔ راجا سَر سے پیر تک پسینے میں شرابور تھا۔ اچانک بجلی چمکی تو راجا کی نظر دروازے پر پڑی۔ نظر پڑتے ہی وہی خوفناک منظر سامنے دکھائی دیا جس سے راجا کے مُنہ سے ایک زوردار چیخ نکل گئی اور وہ بے ہوش ہوا۔ جب راجا نے آنکھیں کھولیں تو اپنے پاس شاہی حکیم کو دیکھا جسکے ہاتھ میں راجا کی نبض تھی اور رانی زار و قطار رو رہی تھی جب اس نے راجا کو آنکھیں کھولتے ہوئے دیکھا تو وہ فرطِ مسرت سے جھوم اٹھی اور چالیس کابلوں میں رکھی اشرفیوں کو غریبوں

اور محتاجوں میں بانٹ دیا۔ سارے شہر میں راجا کی صحت یابی کی خوشی میں چراغاں کیا گیا۔ رعایا شاہی حکیم کے کمال کی داد دے رہے تھے جس نے قریب المرگ راجا کو نئی زندگی دیدی، پندرہ دن کی بے ہوشی کے بعد راجا نے آنکھیں کھولی تھیں۔ اب جبکہ راجا آہستہ آہستہ صحت مند ہو رہا تھا ایکدن شاہی طبیب نے راجا سے کہا۔ حضور! اگر میں جان سکتا کہ آپ کس چیز کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے تو یہ آپ کی صحتیابی کے لئے اور مجھے تشخیص مرض کرنے میں فایدہ مند رہتا۔ راجا نے کہا۔ اے دانا حکیم! میں نے ایک ایسا نظارہ آنکھوں سے دیکھا جس کو دیکھ کر کوئی بھی انسان بے ہوش ہو سکتا ہے مگر عجیب اتفاق یہ ہے کہ اگر میں آپ کو بتا دوں تو آپ ہرگز میری بات کا یقین نہیں کریں گے اور مجھے پاگل تصور کرو گے مگر پھر بھی میں آپ کو بتا دوں کہ آج سے تقریباً چھ ماہ قبل کی بات ہے کہ میں نے ایک خطرناک مجرم کو بھوکے شیروں کے آگے ڈلوایا۔ صبح جب نوکروں نے پنجرے میں دیکھا تو وہاں صرف چند ہڈیاں اس مجرم کی رہ گئیں تھیں اس بات کو میں اب بھول چکا تھا۔ مگر اس رات کو جبکہ میں بستر میں آرام سے لیٹا تھا میں نے اسی درندہ صفت بوڑھے کو دروازے پر کھڑا دیکھا اس کے ایک ہاتھ میں لمبا سا ڈنڈا تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک زہریلا سانپ تھا میں اسے دیکھتے ہی ہوش کھو بیٹھا اور مجھے خبر نہیں کہ پھر کیا ہوا؟

حضور! اگر میں جان کی امان پاؤں تو آپ سے عرض کروں کہ یہ

صرف وہم ہو سکتا ہے کیوں کہ جس چیز سے ہماری نفرت شدت اختیار کر جاتی ہے تو کبھی کبھار ہمیں اس چیز کا عکس بالکل ہمارے سامنے دکھائی دیتا ہے۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ آپ کا محل خاص کر آپ کا کمرہ اتنے سخت پہرے میں ہے۔ آدمی تو کیا ایک چڑیا بھی دربانوں سے بچکر اندر نہیں آسکتی اب آپکے اندازہ ہی صحیح مانتے ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایسا آدمی جسکو آپ نے اتنا دکھ پہنچایا ہو آپکو تکلیف دئے بغیر چلا جاتا۔ یہ ناممکن سی بات ہے۔

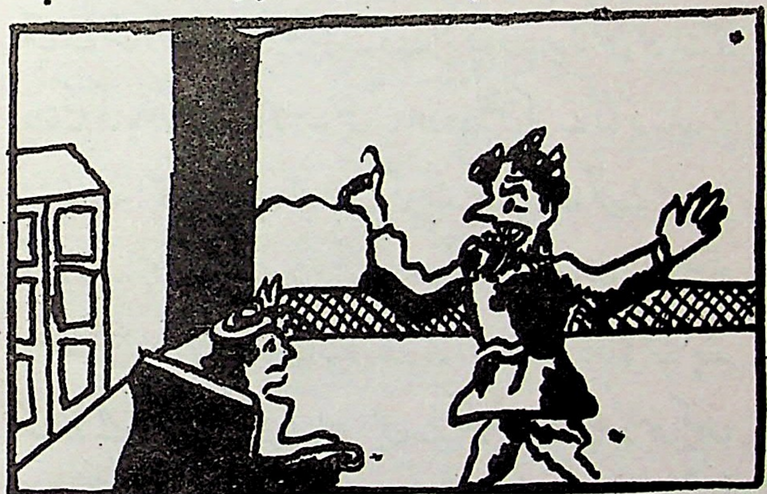
دانا حکیم کی باتوں سے راجا کا دل بہل گیا اور وہ یقین کرنے لگا کہ شاید یہ میرا وہم ہی ہو۔ اسی رات جب راجا مزے کی نیند سویا ہوا تھا کمرے میں چھنا کی آواز پیدا ہوئی۔ راجا ہڑبڑا کر نیند سے جاگا اور اپنے سامنے بوڑھے کو دیکھکر چیخ مارنے ہی والا تھا کہ بوڑھے نے رومال سے راجا کا منہ بند کیا اور کہنے لگا۔ اے مغرور راجا! میں نے تمکو اس لئے چھوڑا تھا کیوں کہ میں تمہاری مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوا تھا حالانکہ مجھے تمہاری سخت ضرورت تھی مگر اپنی ضرورت کا خون کر کے میں نے تم کو نہیں چھیڑا مگر تمہارا شاہی غرور تم کو آخر میں لے ڈوبا۔ میں نے پھر بھی دوسری بار اشاروں میں سمجھانے کی کوشش کی مگر تم اتنے بدھو نکلے کہ میری بات کو سمجھنے کے بجائے الٹا تم نے میری سزا کو بحال رکھا۔ اب تمہیں شاید میری طاقت کا اندازہ لگ گیا ہوگا؟

"مگر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم میرے ساتھ گپھا میں چلو۔ وہاں پہنچ کر میں تمہیں بتاؤں گا کہ مجھے تمہاری کیا ضرورت ہے"

"مگر میں انتہائی کمزور ہوں مجھ سے چلا نہیں جائے گا"

"تم کپڑے پہنو اور محل سے باہر چوری چھپے نکل جاؤ۔ میں وہاں سے تم کو اپنی پیٹھ پر لاد کے لے جاؤں گا۔" مگر تم اتنے کمزور اور لاغر آدمی ہو تم میرا بوجھ کیسے اٹھا سکتے ہو۔ "کیا تین شیر میرا مقابلہ کر سکے"؟ اٹھو اے راجا! اگر اپنی رعایا اور بال بچوں کی خیر چاہتے ہو تو فوراً میرے ساتھ چلنے



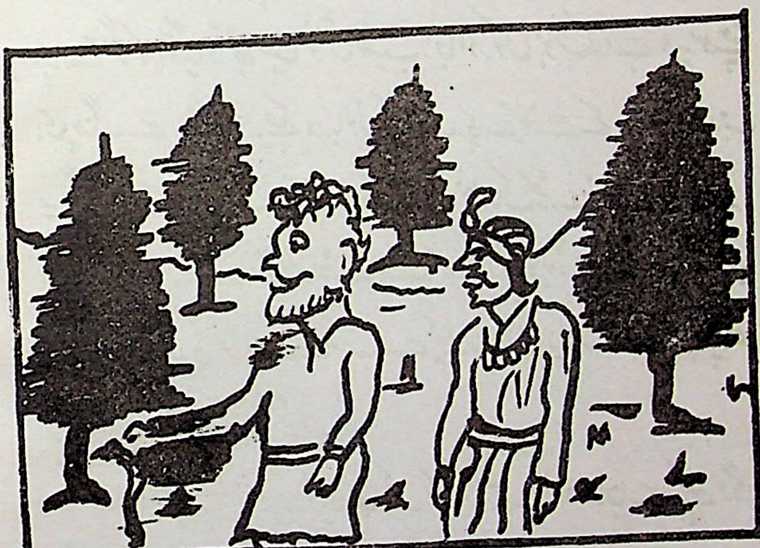
کی تیاری کرو۔ مندر کی گھڑیاں بجنے سے پہلے ہمارا گپھا میں پہنچنا ضروری ہے اگر پو پھٹنے کے بعد پہنچے تو میرا ایک دن اور خراب ہوگا۔ تم نے پہلے ہی میرا بہت سا وقت ضایع کیا ہے۔ راجا کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ کیوں نہ میں درباریوں کو بلوا کر اس بلا سے اپنے کو چھڑانے کی ایک اور کوشش کروں۔ ایسا سوچتے ہی راجا نے تالی بجانے کیلئے ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی۔ جوں ہی اس نے ہاتھوں کو جنبش دینے کی کوشش کی اس وقت راجا کے ہاتھوں میں ایک کنگن جیسا کڑا پھنس گیا اور راجا ہاتھوں کو ہلا بھی نہ سکا۔ بوڑھے نے ہنستے ہوئے کہا

راجا! جتنا چالاک بننے کی کوشش کروگے اتنا ہی اپنے آپ کو مشکلات میں پھنساتے جاوگے تمہاری باری گئی اب میری باری کا وقت آیا ہے اور میں اب تمکو کوئی چالاکی کرنے نہیں دوں گا۔ اگر خیر چاہتے ہو تو سیدھے سے میرے ساتھ چلو۔

راجا سمجھ گیا کہ مقابلے میں آیا ہوا ان کوئی معمولی آدمی نہیں ہے بلکہ کوئی آفت ہے اب میرا اور رعایا کا فایدہ اسی میں ہے کہ میں اس کے ساتھ چلا جاوں۔ اگر زندگی کے دن باقی ہوں ممکن ہے بچ جاوں۔ اگر نہیں پھر بھی میں اپنی پرجا کو بچاتے بچاتے اگر کام آگیا تو مجھ جیسا خوش نصیب راجا اور کون ہو سکتا ہے؟ یہ سوچتے ہی پلنگ سے اٹھ کر چپکے چپکے دربانوں کی نظریں بچاتے بوڑھے کے ساتھ ہولیا۔ جب یہ لوگ جنگل میں داخل ہوئے تو ہزاروں کی تعداد میں خطرناک بھیڑیے غرانے لگے آہستہ آہستہ ان کا شور بلند ہونے لگا راجا ڈر کے مارے کانپنے لگا وہ بوڑھے سے کہنے لگا۔ اب ہم دونوں کی زندگی ختم ہونے کے قریب ہے کیوں نہ ہم اس دیوار کے درخت پر چڑھ کر اپنے کو بچانے کی کوشش کریں۔

راجا کی پریشانی دیکھ کر بوڑھا کھل کھلا کر ہنس پڑا اور راجا سے کہنے لگا۔ موت جب سامنے آتی ہے تو ہر انسان تھر تھر کانپنے لگتا ہے۔ اے راجا! تم میری یہ سوٹی ہاتھ میں تھام لو۔ اتنا کہہ کر بوڑھے نے اپنی سوٹی راجا کو دے دی اور خود ایک پتھر کے ٹیلے پر چڑھ کر کچھ بھڑ بھڑانے لگا۔ آہستہ آہستہ خطرناک درندوں کا شور کم ہونا شروع ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد جنگل بالکل سنسان ہو گیا بوڑھا جب پتھر کی چٹان سے نیچے اترا تو اس کی آنکھیں اسطرح چمک رہی تھیں،

جیسے شیر اپنے شکار کی تلاش میں نکلتے وقت آنکھوں میں غیر معمولی حرارت پیدا کرتا ہے۔
راجا نے جب بوڑھے کی آنکھیں دیکھیں تو خوف سے کانپ لگا۔ بوڑھے نے پاس آ کے
کہا۔ اے راجا! اٹھو اب کوئی خطرہ نہیں ہے ہم پو پھٹنے سے پہلے ہی غار میں پہنچ
جائیں گے۔ مجبور، لاچار اور بے کس راجا بوڑھے کے ساتھ ہولیا۔ غار کے اندر پہنچکر بوڑھے



نے الاؤ، جو پہلے ہی جل رہا تھا، تیز کیا۔ راجا نے زندگی میں اتنا خوفناک غار کبھی نہیں دیکھا
تھا۔ غار کے بیچوں بیچ ایک گرم پانی کا ابلتا ہوا چشمہ تھا دوسری طرف انسانی کھوپڑیوں کی
قطاریں تھیں تیسری طرف اوزار رکھے تھے راجا ان سب چیزوں کو دیکھ کر سہم گیا ابھی

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بوڑھا بول اٹھا۔ اے راجا! تم جلدی سے اپنے کپڑے اتار دو اور اس سامنے والی پتھر پر بیٹھ جاؤ۔ میں کچھ منتر پڑھوں گا تب تک تم اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہلنا۔ اگر تم نے ہلنے کی کوشش کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔ میں تمہیں ایسی اذیت اور سختی پہنچاؤں گا کہ تم بعد میں بہت پچھتاؤ گے۔ اگر تم آرام اور اطمینان سے بیٹھے رہے تو میں تمہارا سر اس خوبی اور مہارت سے کاٹ لوں گا کہ تم کو ذرا بھر بھی سختی نہیں ہوگی۔ مگر اے بوڑھے شیطان! تمکو میرے سر کی ہی کیوں ضرورت آن پڑی تم مجھے چھوڑ دو اگر تمہیں بہرحال انسانی سر ہی چاہیں تو میں تمکو درجن بھر لاکے پیش کر دوں گا۔ نہیں راجا نہیں! بوڑھے نے کچھ توقف کے بعد کہا۔ مجھے صرف تمہارے سر کی ضرورت ہے یہ جو تم یہاں سروں کی قطار دیکھتے ہو یہ سب مختلف راجاؤں کے ہیں مگر ان میں سے تم جیسا پرتاپ شالی اور عظمت والا نہیں تھا۔ تمہارا سر حاصل ہونے کے بعد مجھ میں لافانی طاقت پیدا ہوگی جس سے میں وایتالوں کا سردار بن جاؤں گا اور یہ ساری زمین میرے منتر اور میری عظمت کو تسلیم کرے گی مگر اس کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ تم اپنا سر اپنی مرضی سے میرے حوالے کر دو۔ راجا بوڑھے کی باتیں سُن کر لرز اُٹھا مگر اس خطرناک عفریت سے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اس پریشانی کے عالم میں راجا کے ذہن میں بجلی کی طرح ایک خیال اُمڈ آیا وہ بوڑھے شیطان سے کہنے لگا۔

اے طاقت ور انسان اب میں تیری طاقت سے واقف ہو گیا ہوں میں کسی طرح تمہاری منتر شکنی سے نہیں بچ سکتا اب اگر تم میری مرضی سے میرا سر لینا چاہتے ہو تو کچھ وقت کے لئے اور جینے دو کیونکہ میں بچپن سے لیکر آج تک سلطنت کی کاموں

میں الجھ رہا اور میں نے زندگی کا کوئی لطف نہیں اُٹھایا ہے اب مجھے اپنی موت سامنے نظر آرہی ہے مگر مرنے سے پہلے اَب کچھ وقت کے لئے زندگی کا بھرپور لطف حاصل کروں گا اسکے بعد جسطرح تم چاہتے ہو ایسا ہی ہوگا۔ بوڑھے نے کچھ دیر سوچا اور کہا۔ اچھا مجھے تمہاری شرط منظور ہے کیوں کہ تم نے ایک رات



کو میری مہمان نوازی کی ہے میں اس کا بدلہ تمہیں ضرور دوں گا۔ جاو تم آزاد ہو پورے دو مہینے کے بعد تیرھویں کالی رات کو میں پھر محل میں پہنچ جاوں گا۔ اس وقت تم بالکل تیار ہوکر میرے ساتھ چلو گے مگر شرط یہ ہے کہ یہ راز تم کسی سے نہیں کہو گے:۔

راجا نے بوڑھے کی شرائط کو تسلیم کیا بوڑھے نے برفانی راستے میں راجا کی رہنمائی کی اور راجا پو پھٹنے سے پہلے ہی محل میں پہنچ گیا اور اپنے بستر پہ بیٹھ کر زارو قطار رونے لگا۔ مجبوری کا عجیب عالم تھا اور اس مجبوری کی داستان یہ کسی کو کہہ نہیں سکتا۔ صبح راجا بیماری کا بہانہ کر کے کمرے میں بیٹھا رہا۔ دماغ پر کافی زور دے کر بھی راجا کو اپنے بچنے کی کوئی ترکیب دکھائی نہ دی۔ آخر کار راجا نے فیصلہ کر لیا کہ وہ راج پاٹھ چھوڑ کر کسی سنسان جگہ پر خدا کی عبادت میں یہ وقت گزار دے گا۔ ممکن ہے ایشور مجھ بے دست و پا آدمی پر مہربان ہو جائے اور مجھے اس مصیبت سے نجات پانے کا کوئی راستہ نظر آئے۔ نہیں تو یہ زندگی کے آخری دو مہینے ایشور کی یاد میں گزار کر بوڑھے کے ساتھ جا کر اپنے جان کی قربانی دوں گا۔ یہ سوچ کر راجا رات کی تاریکی میں سر سے پاؤں تک چادر اوڑھ کر محل سے رخصت ہوا۔ کئی دنوں کا سفر کر کے رات کے وقت راجا کو دور سے آگ جلنے کی روشنی نظر آئی۔ راجا بہت تھکا پیاسا تھا اس جگہ پہنچ کر جہاں آگ جل رہی تھی راجا کیا دیکھتا ہے کہ گاؤں کے سارے لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں اور بڑی بڑی ہانڈیوں میں قسم قسم کی ضیافتیں اور پکوان پک رہے ہیں۔ گاؤں کے سب لوگ ناچنے میں محو مگر ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ راجا اس عجیب و غریب منظر کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ لوگوں سے پوچھا مگر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھک ہار کر راجا ایک درخت کے سائے کے نیچے بیٹھا رہا۔ جب آدھی رات کا وقت ہوا تو کھانا تھالیوں میں پروسا گیا اور ایک ایک تھالی ہر کسی کے

کے سامنے رکھی گئی۔ مگر راجا یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ کوئی بھی کھانے کے ساتھ ہاتھ نہیں لگا رہا ہے۔ راجا بھی چپ چاپ بیٹھا رہا۔ کچھ دیر کے بعد پاس والے جنگل میں اتنی بھیانک چیخ ہوئی جس سے آس پاس کے پہاڑ جیسے ہل گئے۔ درختوں پر بیٹھے جانور خوف کے مارے اِدھر سے اُدھر بھاگنے لگے چند منٹوں کے بعد ایک خطرناک۔ کالا کلوٹا دیو سا آدمی ننگا بدن لئے ہوئے ایک خطرناک بیل پر سوار آیا۔ یہ خطرناک آدمی شیروں کی طرح چنگھاڑ رہا تھا اور اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی اور آنکھوں سے چنگاریاں برساتی ہوئی یہ بلا خاموش آدمیوں کے اس



مجموعہ میں داخل ہوئی ہر کسی نے اس بلا کے سامنے سر جھکایا اس نے ہر کسی پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا وہ آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور اس خوفناک آدمی کے

کے پاس پہنچا۔ اس نے اس دیہاتی کو بیل کی دُم کے ساتھ باندھ لیا۔ اور واپس مڑا۔ بیل تھوڑی دور جا کر جیسے پھدک گیا پتھروں چٹانوں اور جھاڑیوں میں دوڑتا رہا۔ راجا کھانا چھوڑ کر اس خطرناک بلا کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ وہ آدمی جو بیل کے پیچھے باندھا ہوا تھا تھوڑی دور چل کر پتھر سے ٹکرا نیچے گر پڑا۔ بیل نے ایسی دولتی جھاڑی کہ اس آدمی کا کچومر نکل گیا اور وہ جھاڑیوں پتھروں اور چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔



کافی دور جا کر راجا کیا دیکھتا ہے کہ پہاڑوں سے گری ہوئی ہموار ایک جگہ ہے بیل اسی ہموار جگہ میں داخل ہو گیا۔ راجا بھی اسکے پیچھے ہو لیا۔ بیل سوار نے مردہ آدمی کو رسیوں سے الگ کر دیا اور خود ایک بڑی چٹان کے پیچھے غائب ہو گیا۔ راجا بھی دل تھامے آہستہ آہستہ چٹان کے پیچھے گیا تو اسکو نیچے اُترنے کی ایک سیڑھی دکھائی دی۔ راجا جب تہ میں سے نیچے اترا تو اسکی حیرت کی حد نہ رہی ۔

جبکہ نیچے اس نے ایک عالیشان کمرہ دیکھا اور وہ خطرناک دیونما آدمی ایک عمدہ پلنگ پر بے سدھ پڑا تھا۔ کمرے میں قدموں کی آہٹ سنکر اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے سامنے ایک آدمی کو دیکھ کر گرجدار آواز میں کہا۔ تمہاری موت ابھی دو مہینے کے بعد آنے والی ہے تم کیوں پہلے ہی مرنا چاہتے ہو؟ اور یہاں کس لئے آئے ہو۔

راجا نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔ اے عظیم طاقت والے آدمی! میں اس گاؤں میں اجنبی ہوں میں نے زندگی میں اتنا خوفناک حادثہ نہیں دیکھا تھا یہی کچھ دیکھنے کے لئے میں آپ کے پیچھے چلا آیا۔ اب میری جان حاضر ہے۔ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا دوں گا۔ اے اجنبی! کیوں کہ تم ہمارے سردار کی امانت ہو۔ مگر تم یہاں سے فوراً چلے جاو۔ یہاں تھوڑے وقت میں وہ کھیل شروع ہوگا جو تم دیکھ نہیں سکتے۔"

"مگر تمہارا سردار کون ہے؟"

"وہی بوڑھا جس نے تمہیں دو مہینے کے لئے آزاد کیا۔"

راجا تھر تھر کانپنے لگا۔ مگر اے عظیم طاقت والے آدمی! یہ سب کچھ کیا ہے؟ وہ بوڑھا کون ہے؟ مجھے کن گناہوں کی سزا مل رہی ہے؟

یہ راز تمکو اس وقت معلوم ہو جائے گا۔ جب تمہارا سر کٹ جائے گا۔ سردار نے تمکو چھوڑ دیا ہے مگر تمہارے غرور نے سردار کے غیرت اور جلال کو للکارا اب تمہاری آخری منزل وہی گیہا ہے۔ اب تم یہاں سے فوراً چلے جاو۔ ہمارے رقص کا وقت ہو رہا ہے۔ مگر اے طاقت والے!...... اتنا کہا تھا کہ ایک

زوردار چھنا کا ہوا۔ راجا کی آنکھوں کے سامنے جیسے تارے ناچنے لگے۔ اس پر بے ہوشی سی طاری ہونے لگی۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو ان لوگوں کے درمیان دیکھا جو کھانا کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ ایک آدمی نے راجا سے کہا۔ اے اجنبی! تم نے آنے میں بڑی دیر کر دی۔ ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے تھے۔ کھانا کھاو اور لیٹ جاو۔ کیوں کہ تم سخت تھکے ہوئے ہو۔

راجا نے کہا، اے نیک آدمی! ذرا مجھے بتاو کہ میں کہاں پہنچ گیا ہوں؟ اس گاوں کا نام کیا ہے؟ یہ آدمی جو بیل پر چنگھاڑتا آیا کون تھا؟ اور اس نے ایک بے گناہ آدمی کا خون کیوں بہایا؟ آپ لوگ اس کھلے میدان میں کیوں کھانا کھا رہے ہیں؟ تمہارے گھر کہاں ہیں؟ تم لوگ کھانا کھانے سے پہلے کیوں ناچ رہے تھے؟ اور کیوں رو بھی رہے تھے؟

اس آدمی نے ہنس کر کہا" اے اجنبی! یہ ساری باتیں صبح کو معلوم کرو، اب تم سونے کی فکر کرو کیوں کہ تم بہت تھک گئے ہو۔ اس وقت تمہیں کچھ معلوم نہیں ہوگا۔

مرتا کیا نہ کرتا، راجا نے کھانا کھایا۔ چوں کہ سخت تھکا ہوا تھا۔ کھانا کھاتے ہی اسی جگہ پیڑ کے نیچے سو گیا۔ صبح جب سورج کی پہلی کرن راجا کے چہرے پر پڑی تو اٹھ بیٹھا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی وہاں کوئی نہ تھا۔ صرف سنسان جگہ اور پاس ہی ایک مندر بھی تھا۔ نہ پہاڑ تھا اور نہ ہی جنگل راجا نے منہ ہاتھ دھویا اور مندر میں جا کر ایشور سے اپنی تباہ حال

زندگی کے بارے میں بتا رہا۔ بڑی دیر مندر میں رہنے کے بعد راجا وہاں سے چلا اور کسی گاؤں کی تلاش میں نکل پڑا۔ سورج ڈوبنے کے قریب تھا کہ راجا ایک بستی میں پہنچا اور ایک گھر میں جاکر کچھ کھانے کو مانگا۔ گھر والوں نے بڑی آؤ بھگت کی اور راجا کے سامنے جو کچھ گھر میں تھا، پیش کیا۔ "راجا نے گھر والوں سے کہا کہ میں رات کو یہیں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔"

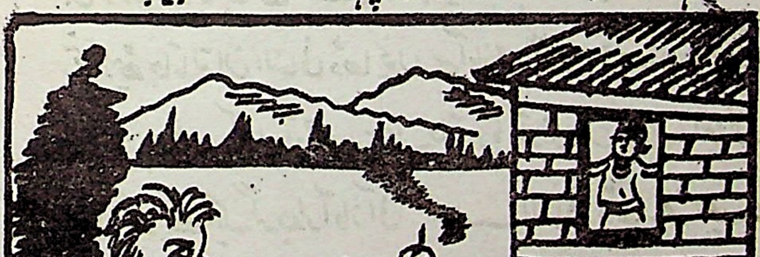


انہوں نے کہا کہ اے مہمان! ہم کسی کو گھر میں ٹھہرنے نہیں دیتے۔ گاؤں کے باہر ایک مندر ہے اور اسی کے ساتھ ایک دھرم شالہ بنی ہے تم وہاں جاکر رات کو ٹھہر سکتے ہو۔

راجا کو تجویز پسند آئی چنانچہ وہ مندر میں پہنچا۔ یہ جگہ راجا کو پسند

آئی۔ تلسی کے پیڑ کے پاس ایک باولی تھی۔ راجا نے منہ ہاتھ دھویا اور ایشور کو یاد کرنے لگا۔ اس دھرم شالہ کے پیچھے ایک شمشان بھومی تھی۔ جب اندھیرا پڑھنے لگا تو راجا نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک مردے کو کاندھوں پر لئے آئے اور شمشان بھومی میں مُردے کی چِتا کو آگ لگا کر گھروں کو واپس چلے گئے۔ لوگوں کے واپس چلے جاتے کے بعد شمشان سے عجیب و غریب آوازیں آنے لگیں جن کو سُنکر راجا بہت خوفزدہ ہوگیا۔ وہ یہ دیکھنے کے لئے کہ آوازیں کیسی ہیں؟ اس نے شمشان بھومی کیطرف کھلنے والی کھڑکی کھولی تو خوف کی اس لہر کے بدن میں سرایت کرگئی کیا دیکھتا ہے کہ مردہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے اور وہ ہڈیوں کے ڈھانچوں کے پیچھے بھاگ رہا ہے مگر ڈھانچے جن کو وہ پکڑنا چاہتا تھا اسکے ہاتھ نہیں آرہے تھے جب تھک ہار کر مُردہ نیچے بیٹھ جاتا تو ان انسانی ڈھانچوں سے آوازیں نکلتیں، جیسے کہ وہ اس مُردہ کو چڑا رہے ہیں یہ کھیل آدھی رات تک چلتا رہا۔ آدھی رات کے بعد اچانک پیڑوں کے پیچھے ایک گرجدار آواز آئی۔ سارے انسانی ڈھانچے سجدے میں گرے اور مُردہ خوف کے مارے جلتی چِتا پر چڑھ گیا۔ اور اس کے سارے بدن میں آگ لگ گئی۔ چِتا کی آگ جب تیز ہوگئی تو راجہ کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرکتی نظر آئی کیوں کہ اس نے دیکھا کہ وہی خطرناک بوڑھا ہر انسانی ڈھانچے پر شفقت سے اپنا ہاتھ پھیر رہا ہے اور یہ کھیل پو پھٹنے کے وقت تک جاری رہا۔ رات کے آخری پہر میں چِتا کی آگ بھی ٹھنڈی

ہوئی۔ انسانی ڈھانچے بھی غایب ہو گئے۔ اور بوڑھا اپنی لاٹھی لئے جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ راجا اس خوفناک منظر کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا کہ آخر مجھے اپنا ملک اور محل چھوڑ کر جانے سے کیا فایدہ ملا۔ کیوں کہ یہ بوڑھا ہر کسی جگہ سائے کی طرح میرے ساتھ چل رہا ہے۔ میرے لئے اسی میں بہتری ہے کہ میں اپنے شہر کو واپس چلا جاؤں۔ یہ سوچ کر راجا نہایت بے دلی سے واپس اپنے شہر کو چلا۔ مگر اسے خبر نہ تھی کہ وہ کہاں پہنچ گیا ہے؟ اور اپنے شہر کا راستہ کیسے معلوم ہو جائے؟ جس کسی سے اپنے شہر کے بارے میں پوچھتا وہ نفی میں جواب دیتا۔ راجا سوچنے لگا شاید میں بہت آگے نکل گیا ہوں اور یہاں کے لوگ میرے ملک سے واقف نہیں اس لئے آگے کو چلنا چاہیئے۔ ممکن ہے کوئی میری مدد کر سکے اسی طرح پہاڑوں، جنگلوں، بیابانوں اور



ریگستانوں سے گذرتا ہوا راجہ پرتھوی سوامی زندگی اور موت کے درمیان

لٹکتا آگے قدم بڑھاتا رہا۔ ایک دن وہ صبح سویرے پہاڑی راستہ سے گذر رہا تھا اس نے کافی لوگوں کو کہیں جاتے دیکھا۔ راجا نے ایک آدمی سے پوچھا۔ بابا کیا یہاں پر کوئی میلہ ہے؟

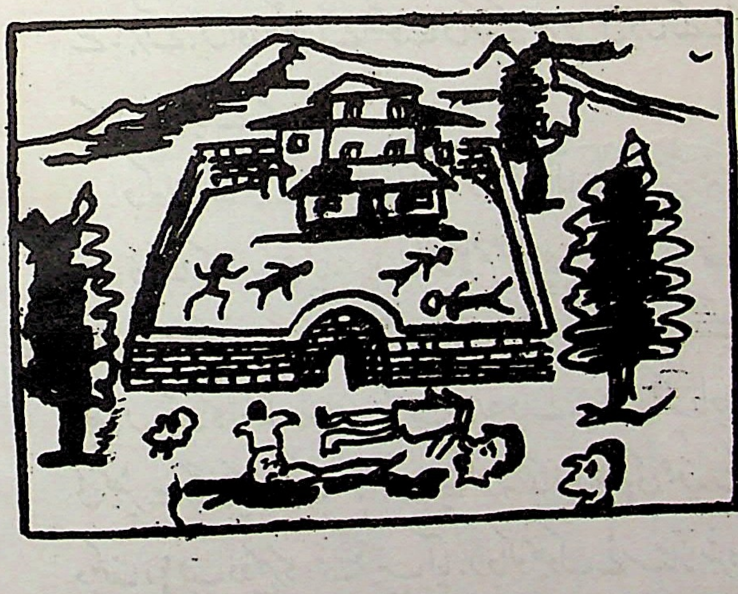
نہیں بیٹے کیا تمہیں خبر نہیں کہ اس پہاڑ پہ کتنا بڑا رشی رہتا ہے۔ اُن کی اُن کی ایک نظر سے مہینوں کا بیمار آدمی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ آج وہ درشن دیتے ہیں اس لئے لوگ بڑی تعداد میں وہاں جا رہے ہیں۔

کیا وہ کبھی کبھی درشن دیتے ہیں؟

ہاں بیٹا وہ روز روز باہر نہیں نکلتے ہیں۔ چالیس دن کے بعد اپنی گپھا سے باہر آتے ہیں اور لوگوں کے مشکلات حل کر کے پھر چالیس دن کے لئے غار میں چلے جاتے ہیں۔

راجا کو اس اندھیرے میں روشنی کی کرن دکھائی دیتی ہے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا رشی کی کٹیا کے باہر پہنچ گیا۔ یہاں لوگوں کا جم غفیر پہلے ہی پہنچ گیا تھا۔ راجا نے کچھ سوچ کر فیصلہ کیا کہ اتنی بھیڑ میں میں کیا کہوں کتنا کہوں اور کیسے کہوں مجھے اس وقت کا انتظار کرنا چاہئیے جب اکیلا رہ جائے۔ یہ سوچ کر راجا لوگوں کی بھیڑ سے الگ ایک پیڑ کے سہارے بیٹھ کر مہاتما اور عوام کی عقیدت کا منظر دیکھتا رہا جب دوپہر کا وقت قریب آیا۔ راجا کو بھوک نے ستانا شروع کیا کیوں کہ یہ دو دن کا بھوکا تھا۔ اب راجا نے فیصلہ کیا کہ وہ شام ہونے تک کچھ کھا پی نہیں سکتا تھا نہ وہ کسی سے کچھ مانگ سکتا تھا۔ اس لئے اُس نے

پانی کا گلاس پیا۔ اور درخت کے نیچے سونے کے لئے لیٹ گیا۔ مگر بھوک کی شدت سے کسی پل چین نہیں آیا۔ راجا نے دوسرا گلاس پانی کا پیا۔ اب اسے تھوڑا سا سکون محسوس ہوا۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ یہی رشی اپنا ہاتھ راجا کے سر پر پھیر رہا ہے۔ راجا کو اچانک انتہائی مسرت کا احساس ہوا۔ اس کی تھکاوٹ جاتی رہی اور بھوک پیاس کا احساس مٹ گیا۔ راجا نیند میں ہی اُٹھ کر سادھو کے پیروں پر گر کر رونے لگا۔ سادھو کے نورانی چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور راجا سے کہنے لگا کہ، بیٹے! سُکھ اور دُکھ ہر انسان کے ساتھ سائے کی طرح چلتے ہیں اور جب انسان کے حصے میں دکھ آتا ہے تو یہ اسکو اپنی کرنی کی سزا ہوتی ہے انسان



کو کبھی غرور نہیں کرنا چاہئیے۔ خاصکر ایک راجا کے لئے غرور کرنا خطرے کو آواز دینا ہے۔ بیٹا! بدقسمتی سے تم ایک بھیانک چکر میں پھنس گئے ہو۔ اگر میں تمکو سارے حالات

بتا دوں، شاید تم توصلہ کھو بیٹھو گے اور تم میں زندہ رہنے کی کوئی امنگ باقی نہیں رہے۔ بہتر یہی ہے کہ جو کچھ تمہارے سامنے آئے تم حالات کا مقابلہ کرو۔ اگر تقدیر میں زندگی لکھی ہوگی۔ تو تمہیں مرنے کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہئیے۔ اگر موت ہی انجام ہوگا۔ تو تم بزدلوں کی طرح موت کا مقابلہ کر رہے ہو۔ چھی! چھی! یہ ایک کھشتری کے لئے شرم کی بات ہے۔ اٹھو اور بہادروں کی طرح اپنے محل میں چلے جاو



اچانک راجا کے کانوں میں اپنے وزیر ساونت کی آواز سنائی دی وہ چونک اٹھا "ساونت تم!"

ہاں مہاراج! میں دو دن سے یہیں ہوں آپ محل کے باہر ایک درخت کے نیچے بے ہوش پڑے تھے۔ دربار میں جب یہ خبر پہنچی تو سارا شہر غم میں ڈوب

گیا۔ آپ ایک ماہ سے لاپتہ ہیں۔ ابھی بھی مخبر سلطنت کے اطراف میں آپکو ڈھونڈ رہے ہیں۔ دو دن کی بے ہوشی کے بعد اب آپ نے آنکھیں کھولی ہیں۔ ایشور کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہنگری کا یہ سندر دیش تباہ ہونے سے بچ گیا۔ آپ کے جانے کے بعد ہی بہت سے دشمنوں نے، جو آپکا نام سُن کر کانپ جاتے تھے۔ سر اٹھانے کی کوشش کی۔ مگر اے ارجن! میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کسی کو کچھ بغیر آپ کیوں اپنے دیش سے چلے گئے؟ آپ نے کسی کو ساتھ کیوں نہیں لیا تھا؟ اگر آپ واپس آگئے تو محل میں داخل ہونے کے بجائے آپ جنگل میں اسی پیڑ کے نیچے کیوں بے ہوش ہوئے تھے جہاں ایک دفعہ آپ نے اس پُراسرار بوڑھے کو جو زندگی اور موت کے درمیان لٹک رہا تھا کو بچالیا تھا۔؟

راجا کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا وہ اس بات پر حیران ہو رہا تھا کہ ابھی بھی میں سادھو کے آشرم کے پاس پیڑ کے نیچے سویا تھا اور تعجب یہ ہے کہ میں آج دو دن کو بعد ہوش میں آیا ہوں مجھے کس نے سادھو کے آشرم سے یہاں لایا۔ اس کا آشرم کہاں پر تھا! مجھے اس نیک سادھو کو تلاش کرنا چاہیئے۔ وہی مجھے اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ یہ سوچ کر راجا پلنگ سے اٹھ بیٹھا اور اپنے وزیر سے کہنے لگا۔ میرے وفادار وزیر! تم نے میری غیر حاضری میں جس خوبی سے سلطنت کا کام سنبھالا ہے اس کے لئے جتنی بھی تمہاری تعریف کی جائے کم ہے میں ایک پُراسرار جال میں پھنس گیا ہوں اگر مجھے اس میں سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر آیا تو میں تم سے صلاح مشورہ کروں گا۔ ممکن ہے تمہاری تدبیر مجھے پریشانی سے آزاد کرے گی۔

مگر اس سے پہلے تم انتہائی تیز رفتار گھوڑے اور تین جاسوس میرے پاس لاؤ میں اُن سے تنہائی میں کچھ کہنے والا ہوں۔

جو حکم راجن! ابھی میں آپ کے پاس جاسوس بھیج رہا ہوں یہ کہہ کر وزیر ساونت چلا گیا اور انتہائی برق رفتار گھوڑے اور تین عقلمند جاسوس راجا کے پاس حاضر ہوئے۔ راجا نے ان کو سادھو اور اسکے آشرم کا نشان بتا کر مغرب کی جانب روانہ کیا کیونکہ راجا نے بھی مغرب کیجانب ہی اپنا سفر شروع کیا تھا اور ان سے کہا۔ اے ہوشیار اور عقلمند سردارو! آج تمہاری عقل، بہادری اور لیاقت کا پتہ چلے گا اگر تم اس سادھو کا پتہ لے کر میرے پاس پہنچ گئے۔ تو یقین کرو میں تمکو اپنی سلطنت میں تین صوبوں کا سردار مقرر کروں گا اور جو انعام تم مجھ سے مانگو گے میں تمکو وہ انعام دوں گا۔

ایک جاسوس کہنے لگا "سرکار! ہم زمین کا چپہ چپہ چھان ماریں گے گاؤں گاؤں اور شہر شہر جا کر اس کو تلاش کریں گے۔ ہر کسی بیابان اور جنگل میں اس کی تلاش کریں گے۔"

"راجا نے کہا مجھے صرف سات دنوں تک اس کی اطلاع ملنی چاہیئے۔ اس کے بعد پتہ لگنے پر اس کا کوئی پتہ نہیں ہوگا اگر تم سے یہ کام بن نہ پڑے تو فوراً میرے پاس چلے آنا۔" تینوں مخبر اسی وقت برق رفتار گھوڑوں پر چڑھ کر مغرب کیجانب روانہ ہوئے۔ راجا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس مصیبت کی گھڑی میں امید کی ایک کرن موجود ہے۔ راجا کے دل سے بوجھ ہلکا ہونے لگا اور اس کے چہرے پر دوبارہ بشاشت لوٹ آئی۔ پانچ دن بیت گئے۔ چھٹے دن شام کو جاسوس راجا کے پاس مایوس ہو کر لوٹے۔ اے ارجن! ہم نے اس زمین کا چپہ چپہ چھان مارا

مگر ہمیں کسی ایسے سادھو کا پتہ نہ چلا۔ جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں ہم آپ کے سامنے گردنیں جھکا رہے ہیں جو سزا آپ مناسب سمجھیں ہم وہ قبول کرنے کے لئے تیار ہیں

راجا مسکرایا اور کہا۔ جب انسان کی تقدیر اور خوش بختی اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو بہتا ہوا دریا رُک جاتا ہے۔ تم لوگوں کا اسمیں کوئی قصور نہیں۔ جاؤ۔



مگر اس ساری کارروائی کو راز میں رکھنا"۔ جاسوس راجا کے پاؤں پر گرے اور چلے گئے۔ اس کے بعد راجا نے اپنے عقلمند وزیر ساونت کو بلا کر اس کو پُر اسرار بوڑھے

کی ساری کہانی سنائی اور کہا۔ "اب میری موت میرے سامنے منڈلا رہی ہے میں کسی

اس شیطان سے بچ نہیں سکتا اس لئے بہتر ہے کہ میں اپنے کم عمر ولی عہد کو تاج پہنا دوں۔ ساونت جو خاموشی سے راجا کی کہانی سُن رہا تھا بول اٹھا۔

اے ارجن! آپ عقلمند ہوتے ہوئے بھی اس وقت عقلمندوں کی طرح عمل نہیں کرتے ہیں۔ بہت بہادر ہوتے ہوئے بھی اور کافی پڑھے لکھے ہونے کے باوجود آپ بوڑھے کی اصلیت کو نہیں سمجھ سکے۔ راجن! میں اس خطرناک شیطان کے کاموں سے واقف ہو گیا ہوں۔ آپ بے فکر ہو جائیے میں اس شیطان کو ایسی سزا دوں گا جسکو سُن کر خود شیطان بھی کانپ جائے۔ بوڑھے کی بات ہی نہیں آپ صرف یہ بتائیے۔ کہ وہ کب محل میں آرہا ہے۔ ؟

" اس کے کہنے کے مطابق تیرھویں کالی رات کو، ٹھیک تین دن کے بعد آدھی رات کے وقت محل میں داخل ہوگا۔ اور اسی وقت مجھے بوڑھے کیساتھ چلنا ہوگا"!

ساونت بول اٹھا۔ اے ارجن! آپ بیفکر ہو جائیے کیوں کہ جس راجا کا وزیر عقلمند ہو اس راجا کو پریشان ہونے یا غموں میں ڈوبنے کی کوئی ضرورت نہیں اب مجھے جانے کی اجازت دو تاکہ میں انتظامات کو آخری شکل دینے میں بٹ جاؤں۔ راجا کو ساونت کی باتوں سے کافی ڈھارس بندھی اور اس نے خوشی سے منتری کو جانے کی اجازت دے دی۔ ساونت نے اپنے لشکر کے ہونہار سپاہیوں کو چن لیا اور شکاری کتوں نیز گولہ بارود کے انبار محل کے چاروں طرف نصب کئے۔ ہر ایک پیڑ۔ ہر ایک جھاڑی اور ہر دیوار کے پیچھے تربیت یافتہ پہرہ داروں کو پہرے پر رکھا۔ محل کے بیرونی پھاٹک اور دیوار کے ساتھ ساتھ خوفناک شکاری کتوں کو کھلا چھوڑ دیا اور تیرھویں کالی رات کو کسی بھی رانی کو راجا سے ملنے

کی اجازت نہ دی اور نہ کوئی وزیر۔ یہاں تک کہ ساونت بھی راجا سے اس کے کمرے میں ملاقات نہیں کر سکتا تھا۔ راجا کے محل کو اس طرح چاروں طرف سے گھیرے میں لیا گیا اور راجا کے اس کمرے کے دروازے پر جہاں راجا کو آرام کرنا تھا شہر کے زبردست ماہر افسون جادوگر نندک کو بٹھایا گیا نندک نے جادوئی سانپوں سے راجا کے کمرے کی ساری کھڑکیوں اور دروازے کے سامنے جال سابُن لیا۔ خود ساونت لشکر کا سردار اور داروغہ باقی دربانوں کے ساتھ محل کی ڈیوڑھی پر حاضر رہے۔ ہر کسی سپاہی اور دربان کو حکم تھا کہ اگر تمکو کوئی بوڑھا دیوار پھاند کر یا دروازے کی راہ سے محل میں جاتے ہوئے نظر آیا تو فوراً گولی چلانا۔ جس کسی کے ہاتھ سے بوڑھا قتل ہوگا وہ شہر کا داروغہ بننے کے علاوہ خزانے کا مالک بنے گا۔ اسطرح انتظامات کو آخری شکل دیکر داروغہ اور ساونت مطمئن ہو کر خاص دروازے پر حاضری دیتے رہے۔ راجا بھی ان انتظامات کو دیکھ کر مطمئن ہوا اور سونے کے لئے پلنگ پر پر دراز ہو گیا:

آدھی رات کا وقت تھا راجا کی آنکھ ابھی لگی تھی کہ دروازے پر چھناکے کی آواز پیدا ہوئی۔ راجا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ بوڑھے کو کمرہ میں دیکھ کر راجا پر لرزہ طاری ہوا۔ مگر بوڑھا خشمناک نظروں سے راجا کیطرف دیکھ رہا تھا اسکے کپڑوں پر خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ اٹھو! آج تم نے دیر کر دی پو پھٹنے سے پہلے مجھے تمہارے مقدس سر کی ضرورت ہے۔" مگر تم میرے محل میں داخل کیسے ہوئے۔ راجا نے تحمّس بھرے لہجے میں پوچھا کھڑکی کھول کر

دیکھو تمہیں میری طاقت کا اندازہ ہوگا۔ راجا جلدی سے پلنگ سے اٹھا اور کھڑکی سے باہر جھانکتے ہی اسکے منہ سے ایک زبردست چیخ نکل گئی اور وہ کھڑکی کے پاس ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ بوڑھے نے چند سفوف اپنی جولی سے نکالے اور راجا کو سنگھائے۔ جب سے راجا ہوش میں آتے ہی بوڑھے سے کہنے لگا۔ اے ظالم اور بے رحم بوڑھے کیا تمکو ایشور کا کوئی خوف نہیں ہے اتنے سارے لوگوں کو قتل کر دیا ہے۔ دیکھو اے بے رحم ان کی رگوں سے کتنا خون بہہ رہا ہے۔ کیا تمکو رحم بھی نہیں آتا۔ اب میرے زندہ رہنے سے کیا فائدہ میں اب تلوار سے خود ہی اپنا کام تمام کر دوں گا۔ پھر تم ظالم بوڑھے بیشک میرا سر لیجانا جہاں تم اسکو لیجانا چاہتے ہو۔

نہیں! نہیں! ایسا غضب نہیں کرنا۔ بوڑھا تھر تھر کانپنے لگا۔ تم اپنا سر خود نہیں کاٹ سکتے۔ ایک تو یہ بھاری پاپ ہے۔ دوسرا یہ کہ پھر یہ سر میرے کسی کام کا نہیں رہیگا"۔

راجا نے متانت سے کہا۔ اگر تم ایسا نہیں چاہتے تو ان لوگوں کی زندگی واپس کر دو۔

"ایسا ہی ہوگا"

مگر کب؟

تم محل سے نکل چلو تو یہ سب لوگ اپنی اصلی حالت میں آجائینگے انہیں کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ جیسے یہ سب نیند میں ہوا ہو۔ صرف اے راجا! تمہاری گمشدگی سے پریشان ہو جائیں گے اور پھر آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں تمہاری یاد کے زخم بھر آئیں گے۔

اور تمہاری جگہ تمہارا بیٹا اس ملک کا راجا بن جائے گا۔" اچھا اگر یہی ایشور کی اِچھا ہے تو چلو۔ اب میں آنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ میرے پاس اب بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر راجا بوڑھے کیساتھ ہولیا۔ جنگل میں پہنچکر بوڑھے نے اپنا رومال ہلایا۔ کچھ منتر پڑھے اور دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی۔ تالی کا بجنا تھا کہ ان نی سرا اپنے اپنے جسموں سے جڑ گئے اور محل کی رونق بحال ہوئی۔ ساونت جیسے نیند اچھل پڑا۔ " راجا کی خبر لاؤ" اس نے نوکروں کو حکم دیا۔

دربان نے آکر اطلاع دی کہ حضور! راجا محل سے جا چکے ہیں۔ وزیر ساونت کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے چاروں طرف جاسوس دوڑائے گئے۔ لشکر نے جنگل کا کونہ کونہ چھان مارا۔ مگر راجا کا کہیں نام و نشان نہ ملا۔ آخر مایوس ہوکر سارے سپاہی واپس شہر میں پہنچ گئے۔ راجا کے لاپتہ ہونے کی خبر شہر میں جنگل کے آگ کیطرح پھیل گئی۔ اور لوگ کفِ افسوس ملتے رہے ماتم کی لہر چاروں طرف دوڑ گئی اور ہر ایک کہہ رہا تھا کہ اس شہر پر قدرت کی طرف سے کوئی قہر نازل ہونے والا ہے۔ غرض جتنے مُنہ اتنی باتیں۔

ادھر راجا پرتھوی سوامن ساری ہمت سمیٹے بوڑھے کے ساتھ ہولیا تھوڑی چڑھائی چڑھنے کے بعد راجا کو گپھا نظر آئی اسمیں آگ جل رہی تھی جوں ہی راجہ گپھا کے اندر چلا گیا وہاں اس وقت بہت سے انسانی ڈھانچے ادھر سے ادھر بھاگ دوڑ رہے تھے۔ بوڑھے نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو سارے سارے خوفناک ڈھانچے ایکطرف ہوگئے ہر کوئی راجہ کے سمت دونوں ہاتھ کئے کھڑے تھے۔ جیسے راجا ابھی ابھی اُن کے ہاتھوں میں آنیوالا ہے۔

بوڑھے نے انتہائی پھرتی کے ساتھ چند ہتھیار اپنی جھولی سے نکالے اور ایک لمبی سی تیز دھار والی تلوار کو گپھا کے ایک کونے سے نکالا اور ایک بڑے پتھر پر اس کی دھار تیز کرنے لگا۔ چند منٹوں کے بعد اس نے ایک تھالی نکالی اور اسمیں مختلف قسم کے دانے ڈالکر منتر پڑھنے لگا۔ تھالی میں رکھے دانے حرکت کرنے لگے اور انہوں نے چند منٹوں تک راجا کے ارد گرد چکر کاٹنے شروع کئے۔ ایسا کرنے کے بعد بوڑھے نے راجا سے کہا کہ اب اپنے سارے کپڑے نکال دو اور ابلتے چشمے کے پاس اس بڑے پتھر پہ ساکن بیٹھے رہو جبتک میں آنکھیں نہ کھولوں تم کسی قسم کی حرکت نہیں کروگے اگر تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی تو میں تمکو دردناک طریقے سے ہلاک کر دوں گا۔ مجبوراً راجا نے اپنے بدن کے کپڑے اتار دئے۔ مگر سردی زوروں پہ تھی راجا سردی کے مارے ٹھٹھرنے لگا بوڑھے نے جب راجا کی حالت دیکھی تو کہا اگر سردی زیادہ لگ رہی ہے تو پانی کے قریب ہو جاؤ تاکہ پانی سے اٹھتے بھاپ کی وجہ سے تمہارے جسم کو گرمی ملتی رہے جبتک میں منتر کا کام پورا کروں تم آرام سے بیٹھے رہو۔ راجا نے ایسا ہی کیا اور بوڑھا جسکی آنکھیں شیر کی طرح چمک رہی تھیں کچھ منتر پڑھنے لگا۔ آہستہ آہستہ بوڑھے نے راجا کیطرف ٹکٹکی باندھ لی پھر آنکھیں موندھ لیں اور زور زور سے کچھ بولتا رہا۔ راجا کی سمجھ میں ایک لفظ بھی نہ آرہا تھا۔ بہت عرصہ بیت جانے پر بھی بوڑھے نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ راجا اب پانی کی حرارت سے گرمی محسوس کرنے لگا۔ اس کی آنکھیں بوجھل ہو گئیں اچانک راجا کو محسوس ہوا کہ کوئی اسکے کان میں سرگوشی کر رہا ہے وہ ہوش و حواس اکٹھا کر کے اس سرگوشی کیطرف متوجہ ہوا۔ کوئی آواز جو دھیمی اور پیاری تھی اس کے

میں آرہی تھی۔ بیٹا! ہر اندھیرے کے بعد اجالا ہوتا ہے۔ اگر تم اپنی زندگی بچانا چاہتے ہو تو فوراً اس چشمے میں کود جاو۔ اسکے بیچ میں ایک پتھر ہے اسکو جلدی سے ہاتھ لگاو تم کو زندگی کی راہ دکھادے گی۔ راجا اس سرگوشی کو سُن کر حیران ہوا۔ دائیں بائیں نظر ماری وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اس سرگوشی کو قدرت کی مہربانی سمجھ کر ایکدم پانی میں چھلانگ لگائی۔ راجا کے پانی میں چھلانگ لگاتے ہی جیسے گپھا میں زلزلہ ہوا۔ ہزاروں آوازیں اور بوڑھے کے زور زور سے منتر پڑھنے کی آوازیں پیدا ہوئیں مگر راجا نے ان باتوں کیطرف کوئی توجہ نہ کی۔ بجلی کی تیزی سے پتھر کو ڈھونڈنے لگا جو قدرت کی مہربانی سے جلد ہاتھ لگ گئی۔ پتھر کو ہاتھ لگاتے ہی وہ ایکطرف کو سرک گئی راجا کو ایک سیڑھی نظر آئی وہ فوراً سیڑھی پر اتر گیا اور سانس لیا۔ راستہ ٹٹولتے ٹٹولتے وہ ایک کمرے میں پہنچا۔ کمرہ خوب سجایا ہوا تھا۔ کمرے میں بے شمار چراغ روشن تھے۔ اور کمرے کے بیچ میں ایک تخت تھا اور تخت پر وہی سادھو بیٹھا تھا جو راجا کو پہاڑ کی چوٹی پر نظر آیا تھا۔ راجا اسکے قدموں میں گر پڑا اور فرطِ مسرت سے اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہہ نکلی۔ سادھو نے شفقت سے راجا کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔ بیٹا! تم بہادر راجا ہوکر بچوں کی طرح رو رہے ہو۔ اٹھو اب میں تم سے اہم بات کرنے والا ہوں۔ تم نے اس پُراسرار بوڑھے پر ترس کھا کر اسکو مہمان بنایا مگر یہ بوڑھا...... خیر اسکو جانے دو۔ تم یہ کہانی سن کر پریشان ہو جاو گے مگر تم نے دوسرے دن اسکو سپاہیوں کے ذریعے پکڑوا کر سخت غلطی کی جس کی تم کو اتنی سزا مل گئی اور بوڑھا ہاتھ دھو کر تمہارے پیچھے پڑ گیا اگر زندگی چاہتے ہو؟ تو دیکھو (سادھو نے ایک چراغ کیطرف اشارہ کیا جو ایک سانپ کے

سر پر، جو سونے کا بنا ہوا تھا، جل رہا تھا) تم اس چراغ کو بجھا کر اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس خطرناک بوڑھے کی ساری طاقت اس چراغ کے اندر چھپی ہے جب تک تم اس چراغ کی حفاظت کر سکتے ہو یہ خطرناک آدمی تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اسکو بڑی احتیاط اور حفاظت کے ساتھ محل میں رکھو اور اگر کبھی محل سے باہر جانے لگو تو اسکو اپنے ساتھ لیجانا۔ آج کے بعد تم میرے بارے میں جاننے کی کوشش نہ کرنا۔ تمہارے پاس ایک انمول چیز ہے جسکو بوڑھا کسی بھی قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اتنا سُنکر راجا نے ادب سے سر جھکایا۔

پانی کے پاس آکر اس نے زور سے چھلانگ لگائی اور وہ چشمے کے کنارے پر آگیا۔ پانی سے باہر نکلتے راجا نے دیکھا کہ سب ڈھانچے غائب ہو گئے تھے۔ صرف اکیلا بوڑھا رہ گیا تھا جسکے ہاتھ کانپ رہے تھے مگر آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔



خشمناک آواز میں بوڑھے نے کہا۔ اے سانپ کے بچے! تم نے میری جنم جنم کی منتر شکتی کو ختم کیا ہے میں تم سے خطرناک انتقام لوں گا۔ یہ چراغ جس میں میری ساری طاقت چھپی ہے تمہارے قبضے میں ہے اب میں تمکو اس وقت تک چھیڑ نہیں سکتا جبتک یہ چراغ تمہارے پاس ہے مگر یاد رکھو تمہاری معمولی غفلت اس چراغ کو میرے پاس پہنچا دے گی تب تم اپنا انجام دیکھو گے اس وقت میں جارہا ہوں کیوں کہ طاقت تمہارے پاس ہے۔ یہ کہتے کہتے بوڑھا اندھیرے میں غائب ہو گیا اور راجا نے کپڑے پہن لیے۔ پو پھٹنے کے قریب تھی مرغ نے اذان دی اور راجا گپھا سے باہر آیا تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے پیچھے کی طرف دیکھا نہ وہ غار نظر آئی نہ چشمہ۔ بلکہ ایک گھنا جنگل چاروں طرف دکھائی دیا۔ راجا سورج چڑھنے کا انتظار کرتا رہا۔ جب سورج نکل آیا تو وہ نیچے اترنے لگا۔ پہاڑ کے دامن میں اس نے چند گڈریئے دیکھے اُن سے پوچھا کہ ہمگری کا شہر یہاں سے کتنی دور ہے۔ گڈریوں نے کہا کہ یہاں سے سات دنوں کا فاصلہ ہے راجا دل ہی دل میں حیران ہو رہا تھا کہ چند منٹوں کا سفر کیسے اتنا لمبا سفر بن گیا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ سات دن گذرنے کے بعد وہ شہر میں داخل ہو گیا۔

لوگوں نے جب اپنے راجا کو دیکھا تو وہ خوشی سے جھوم اٹھے راجا کو کاندھوں پر بیٹھا کر محل میں لے گئے۔ جہاں فوج کے سرداروں، وزیروں، امیروں اور رانیوں نے آنسو بھری نگاہوں سے راجا کا استقبال کیا شام کو سارے ملک میں گھر گھر چراغ جلے اور ایک مہینے تک لوگوں نے خوشیاں منائیں۔ اسکے

بعد راجا نے دربار میں لوگوں کو درشن دیکر کہا۔ اب اس شہر پر کوئی مصیبت نہیں آنے والی ہے آپ لوگ اب اطمینان سے روزمرہ زندگی کا کام شروع کیجئے۔ راجا نے محل سے ساری فوج ہٹا لی اور پھر ایکبار اپنے محل کے دالان پر چڑھ کر قدرتی مناظر اور جنگلی پرندوں کے میٹھے بول سُنکر خوشی محسوس کرنے لگا۔ راجا اب آہستہ آہستہ مصیبتوں کی کہانی کو بھول گیا اور فرض شناسی اور انکساری سے عدل و انصاف کرتا۔

ایکدن جبکہ راجا اپنے محل میں میٹھی نیند سویا ہوا تھا شہر میں زبردست شور پیدا ہوا۔ یہ شور آہستہ آہستہ محل کیطرف بڑھنے لگا۔ راجا نیند سے بیدار ہوا اور کھڑکی کھولی۔ باہر جو کچھ راجا نے دیکھا۔ اسکو دیکھتے ہی راجا تھر تھر کانپنے لگا:

پہلا حصہ ختم

ان ساری باتوں کا جواب اگلے حصے میں ملیگا

- راجا نے کھڑکی کھول کر کیا دیکھا۔؟
- بوڑھا کون تھا ؟
- راجا کو پہاڑ پر سادھو کیوں نہ ملا ؟
- سادھو کون تھا ؟
- وہ خطرناک سیاہ فام آدمی جس نے بھری مجلس میں ایک آدمی کو بیل کے دم سے باندھا کون تھا ؟
- راجا اور بوڑھے کی کہانی کہاں پر ختم ہوتی ہے
- راجا نے چراغ کہاں پر رکھا، کیا اس نے اس کی حفاظت اچھیطرح کی ؟
- راجا کی رانیاں داستان میں بہت کم دکھائی دیتی ہیں اسکے کیا وجوہات ہیں ؟
- راجا کے پاس آخر ایسی کون سی چیز تھی جسکو بوڑھا حاصل کرنا چاہتا تھا ؟
- راجا نئی مصیبت میں کیوں گرفتار ہوا ؟